عاصمہ اصغر

پی ایچ۔ڈی سکالر، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور

پاکستانی کلچر کا مسئلہ

Culture is a name given to the specific way of life of a society. Pakistani Culture is a blending of the Muslim Culture and the European Culture. People living here make their identity through their dwelling and conventions. They, collectively, make a separate entity from other cultures of the world. Likewise, their glorious past and their Islamic Culture play an important role in making their unique identity. We have to prove ourselves unique and singular through our culture, by following positive attitude while living on this soil.

''ثقافت'' کے لفظ پر غور کیا جائے تو اِس مفہوم کے کئی اور الفاظ بھی ہمارے یہاں رائج ہیں جو کم و بیش ایک ہی مفہوم کے حامل ہیں۔ اِن الفاظ میں کلچر، تہذیب اور تمدن شامل ہیں۔ تاہم اِن میں کلچر اور ثقافت معنوی اعتبار سے ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں جبکہ تہذیب (Civilization) کا لفظ وسیع تر ابعاد کا حامل لفظ ہے۔ یہ لفظ عربی زبان سے نکلا ہے جس کے لغوی معنی آراستگی، صفائی اور درستی کے ہیں جبکہ اصطلاحاً یہ لفظ شائستگی، خوش اخلاقی، اہلیت، لیاقت، آدمیت، تربیت، انسانیت اور شرافت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[1] گویا لفظ تہذیب ان چیزوں سے تعلق رکھتا ہے جو ہمارے ظواہر سے جڑی ہوئی ہیں۔ انسان جس طور پر اپنی معاشرت اور اخلاق کا اظہار کرتا ہے وہ اس کی تہذیب ہے۔ کلچر یا ثقافت کے الفاظ کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

> ''علوم و فنون و ادبیات پر قدرت و مہارت کسی چیز کو تیزی سے سمجھ لینا اور اس میں مہارت حاصل کرنا، سیدھا کرنا گویا یہ لفظ ان چیزوں سے تعلق رکھتا ہے جن کا تعلق ہمارے ''ذہن'' سے ہے۔[2]

یوں سمجھ لیجیے کہ تہذیب ارتقائے انسانی کا سفر ہے۔ کلچر اور تہذیب انسانی ارتقا کی دو سطحیں ہیں۔[3] کلچر تہذیب کی پرورش میں حصہ دار ہوتا ہے۔ کلچر کے ذریعے افراد اجتماعی یا انفرادی طور پر تہذیب کی نشو و نما میں اپنا حصّہ ڈالتے ہیں اور مخصوص جغرافیائی حدود میں رہ کر کارِ حیات انجام دیتے ہیں۔

انگریزی اصطلاح کلچر (Culture) دراصل جرمن کے ایک لفظ "Kulture" سے ماخوذ ہے جس کے معانی جوتنا، بونا اور اُگانا کے ہیں۔ دی نیو انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں کلچر کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے:

> "The integrated pattern of human knowledge belief and hehabiour culture thus defined consists of language, ideas, beliefs, customs, taboos, codes, institutions, tools, techniques, works of art, rituals, ceremonies and other related components and the development of culture depend upon man's capacity to learn and transmit knowledge to succeeding generations."[4]

کلچر کسی بھی معاشرے کا تہذیبی اظہار ہے۔ معاشرے میں بسنے والے افراد کے روز و شب، ان کے اطوار اور ان کے خیالات کا عکاس ہے۔ مگر اس کے پسِ پردہ فکر اور سوچ اس معاشرے کی تہذیبی اقدار سے مستعار ہے۔ تہذیب ایک ایسا ارتقائی عمل ہے جو کلچر کی مدد سے آزادانہ پرورش پاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر سیّد عبداللہ: ''کلچر، تہذیب کا ایک رُخ ہے، کلچر، تہذیب کے ذہنی و دماغی رُخ سے عبارت ہے۔''[۵] جبکہ ''تہذیب کسی قوم کے علوم وفنون، اخلاق و اقدار سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت سے رسم و رواج جو تہذیبی زندگی کا جُز ہوتے ہیں، تمدن یا خارجی ماحول میں اپنی شکل وضع کرتے ہیں۔''[۶]

بقول اشفاق احمد:

''تہذیب ایک طرح سے وہ کینوس ہے جس پر تصویر و رنگ نمودار ہوتا ہے۔ اسی طرح کلچر کو اگر رنگ و تصویر سمجھ لیا جائے تو کینوس ان کے بغیر کچھ نہیں۔ کلچر زندگی ہے، حیات ہے۔ تہذیب ضابطہ ہے۔ تہذیب عقیدہ ہے۔ کلچر کا سارا دارومدار اس کی ساری بنیاد، اس کی ساری فاؤنڈیشن، اس کی ساری اساس، اس کے اعتقادات پر ہوتی ہے۔''[۷]

ڈاکٹر جمیل جالبی کے خیال میں :

''کلچر اُس کُل کا نام ہے جس میں مذہب و عقائد، علوم اور اخلاقیات، معاملات اور معاشرت، فنون و ہنر، رسم و رواج، افعالِ ارادی اور قانون، صرفِ اوقات اور ساری عادتیں شامل ہیں جن کا انسان معاشرے کے ایک رکن کی حیثیت سے اکتساب کرتا ہے اور جن کے برتنے سے معاشرے کے متضاد و مختلف افراد اور طبقوں میں اشتراک و مماثلت، وحدت اور یک جہتی پیدا ہو جاتی ہے۔''[۸]

اِن آرا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلچر کسی بھی انسانی وجود کے زمینی تقاضوں، اس کی معاشرت، رہن سہن، اس کے مذہب و عقائد، رسم و رواج اور اُن تمام عادتوں کا مجموعہ ہوتا ہے جو کوئی بھی معاشرہ (یعنی لوگوں کا مجموعہ) اپنے طرزِ زندگی کے لیے اپناتا ہے۔

زیرِ نظر موضوع ''پاکستانی کلچر کا مسئلہ'' میں یہ دیکھنا ہے کہ آخر پاکستانی کلچر ہے کیا اور اس کی اصل بنیاد کیا ہے؟ اگر اس وقت ہم کلچر کو ایک بلند و بالا درخت کی صورت میں دیکھ رہے ہیں اور اس کے سایہ میں اپنی زندگی گزار رہے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اصل میں اس کی جڑیں کہاں موجود ہیں کیونکہ اس معاملہ میں بھی ایک دوسرے سے مختلف نظریات کے حامل ادیب اپنے اپنے موقف پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ کوئی اس کو آریائی تہذیب سے وابستہ کرتا ہے تو کوئی انگریزوں کی آمد کے اثرات کو پاکستانی کلچر کی بنیاد بناتا ہے۔ پاکستانی کلچر کے اسی رُخ پر بات کرتے پروفیسر کرار حسین لکھتے ہیں:

''کلچر کسی معروف معاشرے کے مخصوص طرزِ زندگی کا نام ہے اس لیے کلچر کے متعلق پہلا سوال اس معاشرے کی تعریف ہے جس سے وہ کلچر متعلق ہے۔ ہم کون ہیں؟ ہمارا ماضی کیا ہے؟ اس کے جواب میں موئن جوڈارو اور ہڑپہ اور گندھارا اور مینامتی کی مٹی ہوئی تہذیبوں سے اپنا رشتہ جوڑنا بے کار اور بے معنی سی بات ہے۔ ہمارا ماضی وہی ہے جہاں تک ہمارے تاریخی شعور کا تسلسل جاتا ہے۔ رشتہ جوڑنے سے رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ اب وہ تہذیبیں تاریخ کے عجائب خانے کی زینت ہیں جو قدیم آریا تہذیب یا قدیم ہندو تہذیب پر اثر انداز ہو کر خود ختم ہو چکیں۔ ہم ہند مسلمانی معاشرے کا ایک بڑا حصہ ہیں جو ۱۹۴۷ء سے ایک بدلے ہوئے تاریخی، سیاسی، جغرافیائی ماحول میں اپنی تقدیر کے منازل طے کر رہا ہے۔''[۹]

دراصل پاکستانی کلچر کوموئن جودڑو اور دیگر قدیم تہذیبوں سے ملانے کا نکتۂ نظر ڈاکٹر وزیر آغا نے پیش کیا اور اِس سلسلے میں انہوں نے خیال ظاہر کیا:

''پاکستانی تہذیب کا کچا مواد وہی ہے جو آج سے تقریباً پانچ چھ ہزار برس قبل وادیٔ سندھ کی تہذیب میں موجود تھا۔ وہ لوگ جن کا مؤقف یہ ہے کہ آج کی پاکستانی تہذیب کا وادی سندھ یعنی موہنجوداڑو اور ہڑپہ کی تہذیبوں سے کوئی علاقہ نہیں وہ دراصل تاریخ اور تہذیب کے اچھے طالب علم نہیں ہیں۔''[۱۰]

اِس نکتہ نظر کے جواب میں یہ رائے بھی ملاحظہ ہو:

''وزیر آغا نے وادیٔ سندھ کی تہذیب کے بارے میں قیاسات کے جو گھوڑے دوڑائے ہیں ان کا مقصد محض یہ ثابت کرنا ہے کہ پاکستانی کلچر کے کثیف عناصر وہی ہیں جو آج سے پانچ چھ ہزار سال قبل پیدا ہونے والی اور نقطۂ عروج کو پہنچنے والی تہذیب میں مروّج اور مقبول تھے کہ ہماری اصل زندگی آج بھی انہیں کی متابعت میں گزرتی ہے۔ وزیر آغا نے آج کل کی اصل زندگی کو وادی سندھ کی پانچ چھ ہزار سالہ پرانی تہذیب کی ماتحتی میں دے کر قدامت اور کہنگی کی قدر سے زمانہ حال کو دیکھا ہے۔ اِس عمل میں زمانۂ حال کے واضح خدوخال ماضی کی دھندلاہٹ میں غائب کر دیئے گئے ہیں۔''[۱۱]

احمد ندیم قاسمی پاکستانی تہذیب کا ناتا موہنجوداڑو اور ہڑپہ کی تہذیب سے جوڑنے کے سوال پر ایک متوازن خیال پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب کوئی مؤرخ پاکستان کی تاریخ کا آغا موہنجوداڑو یا ہڑپہ سے کرتا ہے تو بعض عناصر کو یہ جسارت بہت ناگوار گزرتی ہے۔ محض اس لیے کہ موہنجوداڑو اور ہڑپہ کی تہذیب تو بت پرستوں کی تہذیب تھی اس لیے ہمارا ان سے کیا رشتہ۔ اپنی تاریخ اور اپنے کلچر کے سلسلے میں یہ نہایت درجہ جذباتی طرزِ عمل ہے۔ جب موہنجوداڑو اور ہڑپہ کی تہذیب سے ہم اپنی تاریخ اور کلچر کا آغاز کرتے ہیں تو اس کا مطلب خدانخواستہ یہ نہیں ہوتا کہ ہمیں بت پرستی عزیز ہے یا ہم اپنے ماضی قریب کی تاریخ اور اپنے موجودہ کلچر سے بدظن ہیں اس کا مفہوم تو صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم کہاں ہیں اور کہاں کہاں سفر کرتے ہوئے کہاں پہنچے ہیں۔ وہ قدیم تہذیبیں اپنی بعض خصوصیات کو مستقبل کے حوالے کر کے ختم ہو گئیں۔ موہنجوداڑو سے اپنی تاریخ کا آغاز کرنے سے یہ معنی کیسے ہوئے کہ ہمیں موہنجوداڑو جیسے شہر بسانے کا شوق ہے اور ایسے ہی ظروف استعمال کرنے کی آرزو ہے اور ایسے ہی بت تراشنے کی اُمنگ ہے۔ ویدک اور برہمنی بودھی کلچر (اور شاید بیچ میں یونانی کلچر بھی) آئے اور بعض آثار کو مستقبل کے حوالے کر کے چلے گئے۔ پھر اس خطہ زمین میں عرب وارد ہوئے۔ اس کے بعد افغان آئے پھر مغل آئے پھر انگریز آئے اور اب انشاءاللہ تعالیٰ قیامت تک یہاں پاکستانی ہی حکمران رہیں گے مگر ہم اتنے بہت سے کلچروں کو آخر کس عقلی دلیل سے نظرانداز کر سکتے ہیں۔۔۔ آخر کلچر کے ان مظاہر کے اختلاف کا اعتراف کرنے میں ہمارا کون سا عقیدہ مزاحم ہے اور اگر کوئی عقیدہ مزاحم نہیں تو ہم اپنی تاریخ سے ڈرتے کیوں ہیں۔''[۱۲]

ہر قوم کا کوئی نہ کوئی ماضی ضرور ہوتا ہے اور یہی ماضی اس قوم کو اس کی اصل جڑوں تک لے جاتا ہے لیکن دشواری ہمیشہ وہاں ہوتی ہے جہاں ہم ان جڑوں سے پیچھے جو بیج بویا ہوتا ہے وہاں تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں آکر رائے قائم کرنا اور پورے یقین سے اپنے

ہی مؤقف کی تائید کرنا ایک طویل پختہ تحقیق کے نتیجے میں عمل میں آتا ہے کہ اس کے عقائد و میلانات کو بھی سامنے رکھا جاتا ہے۔ فیض احمد فیض کے مطابق:

''پورے طریقہ زندگی کو کلچر کہتے ہیں جس میں سب کچھ ہی شامل ہوتا ہے۔ کلچر کی اثر اندازی ذہنی طور پر بھی ہوتی ہے، عقائد و اقدار کے ذریعے بھی عملی طور سے بھی زندگی کے آداب و رسوم سے اور زندگی کے روزمرہ کا محاورہ ہے اس کے ذریعے بھی اس میں اجتماعی زندگی کی ظاہری اور باطنی تفاصیل دونوں شامل ہوتی ہیں۔ فنون، ادب، موسیقی، مصوری، فلم وغیرہ اسی کلچر یا Way of life کے تراشے ہوئے اور منجھے ہوئے اجزاء ہوتے ہیں۔'' [۱۳]

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم جس طریقہ زندگی کو کلچر کا نام دیتے ہیں اور اس کو اپنے کلچر کا حصہ قرار دیتے ہیں کیا یہ سب کچھ پہلے سے بنائے ہوئے اصول و ضوابط کا پابند ہوتا ہے یا اس میں تغیر وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں آتی رہتی ہیں کیا اس میں ہمارے شعور اور لاشعور کا بھی حصہ ہوتا ہے اور اگر ہے تو ان دونوں میں سے کون زیادہ اہم ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

''کلچر کا عمل لاشعوری ہے، شعوری نہیں۔ ثانیاً یہ اپنے سارے ماضی کو ساتھ لے کر چلتا ہے، بعینہٖ جیسے ہر انسان اپنے اجتماعی لاشعور کو ساتھ لے کر پیدا ہوتا ہے ثالثاً کلچر کا عمل وقت کے وسیع کینوس پر پھیلا ہوتا ہے اور واپسی (regression) کے بغیر سامنے آ ہی نہیں سکتا۔'' [۱۴]

اصل مسئلہ یہ نہیں کہ پاکستانی کلچر کس طرح وجود میں آیا۔ بلکہ اصل بات تو یہ ہے کہ کیا پاکستان میں واقعی پاکستانی کلچر نام کی کوئی شے موجود ہے جو ہم کو دنیا کی دوسری قوموں میں ایک الگ پہچان دے سکے؟ کیا ہمارے پاس کسی ایسی منفرد شے کا وجود ہے جو ہم کو دوسری قوموں سے ممیّز کر سکے؟ اگر ہم اس بات کو عقائد اور اسلامی رسم و رواج میں لے آئیں تو یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ اس دنیا میں اور بھی کتنی ہی اسلامی ریاستیں موجود ہیں۔ یہاں اصل بات پاکستانی کلچر کی ہے کہ ہمیں خود کو کن اطوار سے دوسروں سے منفرد اور نمایاں ثابت کرنا ہے اگر ہم موجودہ صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے بات کریں تو یہ غلط نہ ہوگا اب بھی موجودہ دور میں پاکستان کے کلچر میں دو لہریں نمایاں ہیں جو اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود بھی بیک وقت ہمارے ساتھ چل رہی ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سیّد عبداللہ لکھتے ہیں:

''فی الحال تو صورتِ حال فقط یہ ہے کہ پاکستان میں کلچر کی دو لہریں بیک وقت چل رہی ہیں ایک لہر اس مسلم کلچر کی ہے جو ایک ہزار سال کی وراثت کے طور پر ۱۹۴۷ء میں پاکستان کو ملی اور دوسری لہر اس یورپین کلچر کی ہے جو ۱۸۵۷ء کے بعد برصغیر میں فروغ پذیر ہوا۔'' [۱۵]

اِس سلسلے میں ایک دوسری رائے پر بھی نظر ڈال لیجیے:

''جہاں تک پاکستانی تہذیب کا تعلق ہے تو تاریخی اور جغرافیائی دونوں کے اشتراک سے اِس کے خدوخال واضح ہوتے ہیں۔ اس نے ماضی کی تہذیبی روایتوں سے بھی قوت حاصل کی اور ۱۹۴۷ء کے بعد وجود پذیر ہونے والے ایک نئے ماحول میں ان تصورات اور نظریات سے بھی اکتساب کیا جو اس مملکت خداداد کی تشکیل کا باعث بنے۔'' [۱۶]

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو تاریخی اور جغرافیائی تناظر کے ساتھ مسلم اور یورپین کلچر کی دونوں لہریں بھی پاکستان کا حصہ بن گئیں۔ ۱۸۵۷ء میں جب ہندوستان پوری طرح سے انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا تو اس ضمن میں سرسیّد نے پہلی مرتبہ مسلمانوں کو

انگریزی تعلیم اور کلچر اپنانے کی تلقین کی اور اس بات پر جو مخالفت ہوئی وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور اس کا واضح ثبوت ڈپٹی نذیر احمد کے 'ابن الوقت' میں ملتا ہے اور دوسری طرف اکبر الہٰ آبادی کی طنزیہ شاعری بھی اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

تھے کیک کی فکر میں سو روٹی بھی گئی
چاہی تھی شے بڑی سو چھوٹی بھی گئی
واعظ کی نصیحتیں نہ مانیں آخر
پتلون کی تاک میں لنگوٹی بھی گئی

سرسیّد کی اس دور کی تحریک کے بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

''سرسیّد کی تحریک اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ انہوں نے شعوری طور سے اس حقیقت کو قوم کے ذہن نشین کرانا چاہا کہ محکوموں کے لیے حکمران کا کلچر ہی اہم ترین ہوتا ہے۔''[۱۷]

اس حوالے سے ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ کلچر کے فروغ میں ہر دور کے سیاسی حالات بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں جو حاکم ہوتا ہے محکوم کو جبراً بھی اس کی بات کی تائید کرنا پڑتی ہے اور ۱۹۴۷ء سے پہلے برصغیر کے تمام حالات کسی کی نظر سے چھپے نہیں ہیں اور اس وقت انگریزوں کی حکمرانی اور ان کے کلچر کی مخالفت کرنا ایک جرم تھا اور جس کی سزا مخالفت کرنے والوں کو سرِ عام دی جاتی تھی اور مسلمانوں کے پاس تعلیمی اور عملی اعتبار سے بھی اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ ان کی باتوں یا حکم سے انکار کر سکتے۔ دیکھا جائے تو اس وقت بھی پاکستان میں کلچر کی دو شکلیں واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں۔ بقول ڈاکٹر سیّد عبداللہ:

''ایک مسلم کلچر (جو ملک کی وسیع دیہاتی قصباتی آبادیوں کا معمول بہ ہے) اور دوسرا یورپین کلچر جو شہری امیروں اور دانشوروں کے ایک مؤثر طبقے میں مقبول ہے اور بلاشبہ فروغ پا رہا ہے۔''[۱۸]

ڈاکٹر سیّد عبداللہ مزید لکھتے ہیں:

''پاکستان میں اس وقت کلچر کے دو متوازی رنگ چل رہے ہیں۔ ایک یورپین اور دوسرا اسلامی، تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا پاکستان کا ایک گروہ اسلامی کلچر کی پیروی کرتے ہوئے یورپین کلچر میں تانک جھانک کر رہا ہے اور دوسرا طبقہ جو اپنی امارت کے ثبوت کے لیے یورپین کلچر کو اپنائے ہوئے ہے اور اپنی سہولت کے لیے دین میں روشن خیالی کی روش کو کارفرما کیے ہوئے ہے۔''[۱۹]

اس بات کی تائید فیض احمد فیض کی اس تحریر سے ہوتی ہے:

''ہمیں کنویں کا مینڈک نہیں بننا چاہیے جہاں جہاں سے ہمیں جو کچھ ملا ہے اُسے رد کرنے اور اُسے اپنی تہذیب سے خارج کرنے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں۔''[۲۰]

جبکہ اسی مضمون میں اشتراکِ دین کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

''وہ بنیادی مشترک اجزا جو ہمارے پاکستانی کلچر کی اساس ہیں اُن میں سب سے اہم عنصر اشتراکِ دین ہے۔''[۲۱]

اس بارے میں احمد ندیم قاسمی بھی دوٹوک رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''پاکستانی تہذیب کا عنوان یقیناً تہذیب کا اسلامی تصور ہی ہے۔ یہ حقیقت مفکرین اور دانشوروں کے ہر مکتب فکر کو قبول کر لینی چاہیے اور مزید کچھ مدت تک کسی خود فریبی میں مبتلا رہ کر پاکستان کی انفرادی تہذیب کے مسئلے کو ابہام کے سپرد نہیں کیے رہنا چاہیے۔'' [۲۲]

یہ بات ٹھیک ہے کہ ہمارے مسلم مذہب میں دوسری قوموں اور فرقوں کے لیے راہیں ہموار ہیں اور عربی کو عجمی پر فوقیت نہیں۔ انسانیت کا درجہ سب سے پہلے اور اہم ہے اور ویسے بھی کلچر کوئی جامد چیز تو ہے نہیں کہ جس میں کوئی تبدیلی یا ردّ وبدل کا امکان ہی نہیں اس سلسلے میں ڈاکٹر وزیر آغا کے مطابق:

''نہ تو کلچر دوسری اشیا کی طرح درآمد کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے آرڈر پر تیار کرنا ممکن ہے۔۔۔ کلچر تو کسی خاص خطہ زمین میں موجود عناصر کی آمیزش اور آویزش سے خود بخود ایک خاص رنگ اختیار کرتا ہے۔ ان عناصر میں ہوا، پانی، موسم، زمین کی خاصیت اور خون کا گروپ یہ سب چیزیں شامل ہوتی ہیں لہٰذا کسی خاص خطہ زمین کے کلچر کو دوسری ثقافتوں سے جدا کر کے دکھانا ممکن ہے۔'' [۲۳]

ہر خطہ زمین کے لوگ ایک دوسرے سے ممیز اپنے رہن سہن اور عادات واطوار کے ذریعے ہی ہو پاتے ہیں۔ یہی کلچر پاکستانی قوم کو دوسروں سے الگ پہچان دیتا ہے اور ان کا شاندار ماضی اور اسلامی ثقافت بھی اس میں اہم کردار ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے دوسری قوموں کے رنگ کو اگر اپنایا بھی ہے تو وہ رنگ ایسا ہے جو ان سے جدا کرے تو دوسرے رنگوں میں وہ چمک نہیں رہتی ہے اور باقی رنگوں کی چمک کو برقرار رکھنے کے لیے اصل رنگ ہمارے پاکستانی قوم ہونے کا ہے جس میں پہلے ہم ایک قوم ہیں اور پھر کچھ اور۔ فیض صاحب لکھتے ہیں کہ:

''پاکستانی معاشرہ، غیر منقسم ہندوستان کا معاشرہ نہیں ہے اور نہ ہی پاکستانی قوم، غیر منقسم برصغیر کی مسلمان قوم ہے۔ پاکستان ایک نیا ملک اور قوم ایک نئی قوم ہے۔ چنانچہ اس ملک کے رہنے والوں کو اسی سرزمین سے محبت اور اسی پر افتخار کرنا سیکھنا چاہیے۔'' [۲۴]

اِسی حوالے سے ڈاکٹر عبادت بریلوی کے یہ الفاظ قابلِ توجہ ہیں :

''پاکستان ایک عظیم ملک ہے اور اس میں رہنے والے افراد ایک عظیم قوم ہیں۔ ان کی تہذیب بھی عظیم ہے کیونکہ اس کے پیچھے صدیوں کی تاریخ ہے۔ صدیوں کے انسانی، اخلاقی اور فکری رویے ہیں۔ ان سب کو اپنے کلچر کی صورت میں برقرار رکھنا، ان کو فروغ دینا اور آگے بڑھانا ہر پاکستانی کا فرض ہے۔ لیکن یہ فرض اس وقت ادا نہیں ہوسکتا جب تک نظر میں وسعت اور دلوں میں کشادگی پیدا نہ ہو۔ آج پاکستانی قوم کو اسی وسعتِ نظر اور کشادہ دلی کی ضرورت ہے کیونکہ تہذیب اور کلچر کا پودا انہی کے سائے میں پنپتا اور پروان چڑھتا ہے۔'' [۲۵]

پاکستان، پاکستانی معاشرہ یا پاکستانی قوم کا جب نام لیا جاتا ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پاکستان کے وجود میں آتے ہی ہمیں الگ پہچان نہیں ملی بلکہ یہ پہچان تو پہلے بھی کہیں نہ کہیں موجود تھی۔ بس اس کی نشاندہی کی ضرورت تھی۔ اب ہمارا کلچر دو سطحوں پر چل رہا ہے مگر پھر بھی ہم اپنی الگ پہچان کروانے میں کامیاب ہیں۔ اب اگر ہم اس بات کی طرف آئیں کہ پاکستانی کلچر کیا ہے یا پاکستانی کلچر کا مسئلہ کیا

ہے تو اس سلسلے میں ہمیں یہ بات دھیان میں رکھنی چاہیے:

"کلچر ایک دن میں تو وجود میں نہیں آ جاتا بلکہ اس کے لیے ایک مدت درکار ہوتی ہے اس وقت ہمارا کلچر جو ہمارے سامنے ہے اس میں یورپین اور ہندوازم کی ملاوٹ بھی شامل ہے جس کو ہم ایک طویل عرصہ گزارنے کے بعد بھی ختم نہیں کر سکے لیکن ہمیں اسی سرزمین پر رہ کر خود کو کامیاب ثابت کرنے کے لیے مثبت رویوں کی پیروی کرتے ہوئے اپنے کلچر کے ذریعے خود کی منفرد اور الگ پہچان کروانی ہے۔"[۳۶]

حوالہ جات

۱۔ سیّد احمد دہلوی (۱۹۱۸ء) فرہنگ آصفیہ، لاہور، مکتبۂ حسن سہیل، ص ۶۴۴

۲۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، (۲۰۰۹ء) کلچر کے خدوخال، لاہور، مجلس ترقی ادب، ص ۱۰۰

۳۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، (۱۹۸۳ء) تخلیقی عمل، لاہور، مکتبہ عالیہ، ص ۳۷

۴۔ The New Encyclopedia of Britanica, Vol. 3, Edition 15th pp. 784.

۵۔ عبداللہ، سیّد، ڈاکٹر، (۲۰۰۱ء) کلچر کا مسئلہ، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص ۱۷

۶۔ سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر، (۱۹۸۷ء) تہذیب و تخلیق، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ص ۶۶

۷۔ اشفاق احمد، (۲۰۰۶ء)، عرضِ مصنف، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ص ۱۰۳

۸۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، (۱۹۹۷ء) پاکستانی کلچر، کراچی، نیو مجاز پریس، ص ۴۲

۹۔ کرار حسین، پروفیسر، پاکستانی کلچر اور اس کے مسائل (مضمون) نیا دور، شمارہ ۴۷، ۴۸، ص ۳۷

۱۰۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، (۱۹۶۸ء)، تنقید اور احتساب، لاہور، جدید ناشرین، ص ۳۰۵

۱۱۔ افتخار جالب، (۱۹۸۸ء) ابتدائیہ، پاکستانی کلچر کی مختلف جہتیں از آزاد کوثری، لاہور، ری پبلکن بکس، ص ۱۶

۱۲۔ احمد ندیم قاسمی، (۱۹۹۱ء) تہذیب و فن، لاہور، پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساؤنڈز، ص ۹۰۔۹۲

۱۳۔ فیض احمد فیض (س ن) میزان، لاہور، ناشرین، ص ۹۰۔۹۱

۱۴۔ وزیر آغا، ڈاکٹر (۲۰۰۹ء) کلچر کے خدوخال، ص ۸۸

۱۵۔ عبداللہ، سیّد، ڈاکٹر (۲۰۰۱ء) کلچر کا مسئلہ، ص ۱۱۵

۱۶۔ عارف ثاقب، ڈاکٹر، (۱۹۹۹ء) بیسویں صدی کا جدید طرز احساس، لاہور، غالب نما، ص ۱۲۵، ۱۲۶

۱۷۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، (۱۹۸۴ء) ادب اور کلچر، لاہور، مکتبہ عالیہ، ص ۳۱۴

۱۸۔ عبداللہ، سیّد، ڈاکٹر (۲۰۰۱ء) کلچر کا مسئلہ، ص ۱۱۶

۱۹۔ عبداللہ، سیّد، ڈاکٹر، (۲۰۰۱ء) کلچر کا مسئلہ، ص ۱۱۶

۲۰۔ فیض احمد فیض (س ن) میزان، ص ۹۵

۲۱۔ فیض احمد فیض (س ن) میزان، ص ۹۵

۲۲۔ احمد ندیم قاسمی، (۱۹۹۱ء) تہذیب وفن، ص۱۱۲

۲۳۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، (۲۰۰۹ء) کلچر کے خدوخال، ص۹۴

۲۴۔ فیض احمد فیض (س ن) میزان، ص۹۴

۲۵۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، (۲۰۰۷ء) پاکستانی تہذیب کا مسئلہ، مشمولہ کلچر (منتخب تنقیدی مضامین) مرتبہ اشتیاق احمد، لاہور، بیت الحکمت، ص ۲۳۷

۲۶۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، (۲۰۰۹ء) کلچر کے خدوخال، ص۹۳